خدا تعالیٰ دنیا کی ہدایت کیلئے ہمیشہ نبی مبعوث فرماتا ہے

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

خدا تعالیٰ دنیا کی ہدایت کیلئے ہمیشہ نبی مبعوث فرماتا ہے

(فرمودہ ۱۹؍ دسمبر ۱۹۴۶ء بعد نماز مغرب۔ قادیان)

دنیا کی ہدایت اور اس کو سچا راستہ دکھانے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ اس کے انبیاء مبعوث ہوتے رہتے ہیں۔ درحقیقت انسان کا تعلق خدا سے اس تعلق سے بہت زیادہ ہے جو اُس کا اپنے ماں باپ سے ہوتا ہے۔ ماں باپ کو اپنے بچوں سے اس لئے محبت ہوتی ہے کہ انہوں نے بچوں کی خدمت کی ہوئی ہوتی ہے اور بچوں کو اپنے ماں باپ سے اس لئے محبت ہوتی ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کے ہاتھوں سے لگائے ہوئے درختوں کے پھل کھاتے ہیں۔ جس شخص نے اپنے ہاتھ سے کوئی درخت لگایا ہوا اور اُس کی خدمت کر رہا ہو اُس کو بسا اوقات اتنی بھی امید نہیں ہوتی کہ وہ اس درخت کا پھل کھا سکے مگر چونکہ اُس نے وہ درخت خود لگایا ہوتا ہے اور اُس کی خدمت کی ہوتی ہے اس لئے اسے اس کے ساتھ گہری محبت ہوتی ہے۔

ایک لطیفہ مشہور ہے کہ ایک بڈھا جس کی عمر ستر اسّی کے قریب تھی وہ ایک ایسا درخت لگا رہا تھا جو کئی سال کے بعد پھل دینے والا تھا۔ اتنے میں اُس علاقہ کے بادشاہ کا اُدھر سے گزر ہوا۔ اس نے جب بڈھے کو اِس قسم کا درخت لگاتے دیکھا تو وہ بڈھے سے مخاطب ہو کر کہنے لگا میاں بڈھے! تم تو قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہو اور تمہاری عمر نہایت قلیل رہ چکی ہے مگر تم درخت اِس قسم کا لگا رہے ہو جو ایک لمبے عرصہ کے بعد پھل لائے گا۔ بڈھے نے عرض کیا بادشاہ سلامت! اگر ہمارے باپ دادے بھی اِس قسم کے خیالات رکھتے کہ ہم جو درخت لگائیں گے ان کے پھل نہ کھا سکیں گے تو آج ہمارے لئے کوئی پھل دار درخت نہ ہوتا یہ سلسلہ تو اسی طرح چلا آتا ہے اور چلا جائے گا کہ ایک نسل درخت لگاتی ہے اور دوسری اس سے پھل حاصل کرتی ہے۔ بادشاہ

یہ سن کر بہت خوش ہوا اور کہنے لگا ''زِہ'' بادشاہ نے حکم دے رکھا تھا کہ جب میں کسی کی بات پر خوش ہو کر ''زِہ'' کا لفظ استعمال کروں تو اس شخص کو تین ہزار روپے کی تھیلی انعام کے طور پر دے دی جایا کرے چنانچہ جب بادشاہ نے بڈھے کی بات سن کر اور خوش ہو کر ''زِہ'' کہا تو جھٹ وزیر نے ایک تھیلی بڈھے کو دے دی۔ بڈھے نے تھیلی لے کر کہا بادشاہ سلامت! آپ نے تو ابھی فرمایا تھا کہ تم اس قدر بوڑھے ہو کہ تم اس درخت کے پھل لانے تک زندہ بھی نہ رہ سکو گے مگر میں نے تو اِدھر درخت لگایا اور اُدھر اس کا پھل بھی کھالیا۔ بادشاہ بڈھے کی یہ بات سن کر پھر خوش ہوا اور کہنے لگا ''زِہ'' اس پر وزیر نے ایک اور تھیلی تین ہزار کی بڈھے کو دے دی۔ بڈھے نے دوسری تھیلی اپنے ہاتھ میں پکڑ کر کہا بادشاہ سلامت! لوگ تو پھل دار درختوں کا سال میں صرف ایک پھل حاصل کرتے ہیں مگر میں نے تو درخت لگاتے ہی اس کا دو دفعہ پھل کھالیا۔ بادشاہ یہ سن کر پھر خوش ہوا اور کہنے لگا ''زِہ'' اس پر وزیر نے ایک تیسری تھیلی بھی بڈھے کے حوالے کر دی۔ اس کے بعد بادشاہ نے کہا یہاں سے جلدی چلو ورنہ یہ بڈھا تو ہمارا سارا خزانہ لوٹ لے گا۔ اب دیکھو وہ بڈھا جو درخت لگا رہا تھا وہ بہت دیر کے بعد پھل لانے والا تھا اور بڈھے کی عمر ایسی نہ تھی کہ اس کے پھل لانے تک زندہ رہ سکے مگر وہ اس درخت کی خدمت کرتا رہا اور اس کو اپنے لگائے ہوئے درخت کے ساتھ محبت تھی۔ وہ اس کو پانی بھی دیتا تھا اور اس کی حفاظت بھی کرتا تھا۔ اسی طرح ایک بچہ اپنے ماں باپ کی خدمت نہیں کرتا بلکہ ماں باپ اس کی خدمت کرتے ہیں، اس کے آرام کا انہیں فکر ہوتا ہے، اس کے لئے وہ کھانا اور کپڑا مہیا کرتے ہیں۔ پس محبت احسان کے بدلہ میں ہی نہیں ہوتی بلکہ احسان کرنے سے بھی محبت پیدا ہوتی ہے مگر ماں باپ سے بھی زیادہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے محبت ہوتی ہے۔ ایک ماں تو صرف نو مہینے اپنے بچے کو پیٹ میں رکھتی ہے اور اس کے بعد دو سال تک دودھ پلاتی اور تھوڑے عرصہ تک اس کی نگہداشت کرتی ہے مگر اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہمیشہ ہمیش اپنے بندے کے ساتھ چلا جاتا ہے۔ ماں نے تو بچے کو صرف نو ماہ اپنے پیٹ میں رکھا مگر اللہ تعالیٰ نے ایک لمبا عرصہ پہلے اس کے لئے اپنی زمین میں طرح طرح کے پھل اور ترکاریاں پیدا کیں، اس کے لئے چاند، سورج اور ستارے پیدا کئے، اس کے لئے کپڑا اور کھانا پیدا کیا غرض اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کے

لئے ہر طرح کی نعمتیں پیدا کیں اور جب اتنی لمبی تیاری کے بعد انسان کو پیدا کیا گیا تو اس کی محبت ماں باپ کی محبت سے کسی صورت میں کم نہیں ہوسکتی بلکہ بہت زیادہ ہوگی۔ دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ ماں باپ کی محبت کو خدا کی محبت سے کچھ نسبت ہی نہیں ہے۔ ایک بچہ جب بیمار ہوتا ہے تو اس کے ماں باپ کو اس کے علاج کی فکر ہوتی ہے اور اس کے لئے وہ حکیموں اور ڈاکٹروں کے پاس سرگرداں پھرتے ہیں اور اس کی صحت کے لئے دعائیں کرتے ہیں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ بنی نوع انسان کسی روحانی بیماری میں مبتلا ہوں تو خدا کو ان کے علاج کی فکر نہ ہو، یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ خدا کے دل میں محبت نہ ہو اور وہ اپنے بندوں کی روحانی بیماریوں کے علاج کی فکر نہ کرے اور ان کے لئے کوئی حکیم یا ڈاکٹر نہ بھیجے۔ یعنی اپنے بندوں کی راہ نمائی کے لئے اپنا کوئی مأمور نہ بھیجے۔ ایک بچہ اگر کہیں گم ہو جائے تو اس کے ماں باپ کو اتنی فکر ہوتی ہے کہ وہ کھانا پینا تک بھول جاتے ہیں اور کسی کی منت سماجت کر کے اسے ایک طرف ڈھونڈنے کیلئے روانہ کر دیتے ہیں اور کسی کو دوسری سمت روانہ کر دیتے ہیں اور ان کو اُس وقت تک چین نہیں آتا جب تک ان کا بچہ اپنے گھر واپس نہیں پہنچ جاتا۔ کسی ماں کا بچہ اگر گھر سے ناراض ہو کر نکل جائے تو وہ بے چین ہو کر اِدھر اُدھر بھاگتی ہے اور جو شخص بھی اس کو رستہ میں مل جائے اس سے پوچھتی ہے کہ کہیں میرا بچہ تو نہیں دیکھا پھر یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ خدا کے بندے راہ گم کر دیں اور صحیح راستے سے بھٹک جائیں اور خدا ان کی راہنمائی نہ کرے۔ وہ ضرور کرتا ہے اور ہمیشہ سے کرتا چلا آیا ہے چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ [1] یعنی کوئی قوم ایسی نہیں گزری جس میں ہم نے اپنا نذیر نہ بھیجا ہو۔

دنیا میں تمام مذاہب والے ایک دوسرے کے ساتھ لڑتے جھگڑتے ہیں۔ ایک کہتا ہے ہمارا نبی سچا تھا اور باقی تمام جھوٹے تھے اور دوسرا کہتا ہے ہمارا نبی سچا تھا اور دوسرے تمام جھوٹے تھے مگر اس معاملے میں اللہ تعالیٰ نے صرف اسلام کی راہنمائی فرمائی یہ کہہ کر کہ ہم نے سب قوموں کی طرف نبی بھیجے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم کسی ایسے شخص کو جسے کسی قوم نے برگزیدہ تسلیم کیا ہو جھوٹا نہیں کہہ سکتے بلکہ اس کی عزت کرتے ہیں اور جن ہستیوں کو دوسرے مذاہب والوں نے نبی تسلیم کیا ہے ہم بھی ان کو نبی تسلیم کرتے ہیں کیونکہ ہم

وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ پر ایمان لاتے ہیں۔ ایک مسلمان کو یہ سن کر کبھی فکر پیدا نہیں ہوتا کہ فلاں قوم میں نبی گزرا ہے بلکہ وہ چاہتا ہے کہ دنیا کی سب قومیں کسی نہ کسی نبی کے وجود کو تسلیم کرتی ہوں تا کہ قرآن کریم کی سچائی ثابت ہو۔ جب ہم چین میں جاتے ہیں تو ہم چینی لوگوں کی زبانی سنتے ہیں کہ ان میں ایک نبی کنفیوشس نامی گزرا ہے ہم یہ سن کر فوراً کہتے ہیں اَلْحَمْدُلِلّٰہِ قرآن کریم میں بھی لکھا ہے کہ ہر قوم میں نبی آتے رہے ہیں، جب ہم ایران میں جاتے ہیں تو پارسی کہتے ہیں ہم میں زرتشت نبی گزرا ہے ہم کہتے ہیں خدا کا شکر ہے قرآن کریم میں بھی ایسا ہی لکھا ہے، جب ہم یونان میں جاتے ہیں تو وہاں کے لوگوں کی زبانی سنتے ہیں کہ سقراط کہتا تھا کہ خدا مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے اور میرے پاس فرشتے آتے ہیں ہم کہتے ہیں اَلْحَمْدُلِلّٰہِ قرآن کریم کی بات سچ ثابت ہوئی، اسی طرح ہم جہاں بھی چلے جائیں اور ان لوگوں سے سنیں کہ ہمارا ایک نبی گزرا ہے تو ہم سجدۂ شکر بجا لاتے ہیں کہ قرآن کریم کی سچائی ثابت ہوگئی۔ پس ہم کسی قوم کے برگزیدہ کو جھوٹا نہیں کہہ سکتے بلکہ ہم قرآن کریم کی رو سے مجبور ہیں کہ اس کی سچائی کو قبول کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر قوم کی راہنمائی کے لئے اپنے انبیاء بھیجے ہیں جو مختلف زمانوں میں مختلف قوموں کو ہدایت دیتے رہے مگر بدقسمتی سے ہر قوم یہی سمجھ بیٹھی کہ اب ہمارے اس نبی کے بعد کوئی بنی نہیں آ سکتا۔ حضرت یوسف علیہ السلام جب فوت ہوئے تو اُن کی قوم نے سمجھا کہ اب کوئی نبی نہیں آئے گا کیونکہ ان کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ اب خدا کا خزانہ ختم ہو چکا ہے اسی طرح باقی سب قومیں بھی اپنے اپنے انبیاء یا اوتاروں کی وفات کے بعد سمجھ بیٹھیں کہ اب کوئی نیا نبی یا مامور نہیں آئے گا حالانکہ لوگ صبح کا پکا ہوا کھانا شام کو نہیں کھاتے اور کہہ دیتے ہیں کہ یہ باسی ہو گیا ہے بلکہ اگر ایک دن کے پکے ہوئے کھانے میں سے کچھ بچ جائے تو اس کو باسی سمجھ کر پھینک دیا جاتا ہے۔ اسی طرح جب ان کے کپڑے پھٹ جاتے ہیں تو وہ نئے سِلوا کر پہنتے ہیں پھر کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں کرسکتا کہ جب دنیا پر ظلمت اور تاریکی چھا جائے اور دنیا کے لوگ صحیح راستہ سے بھٹک کر غلط راستہ پر گامزن ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کی راہ نمائی کے سامان پیدا کرے۔ غرض اللہ تعالیٰ اپنے بھولے بھٹکے بندوں کے لئے ہدایت کا ضرور سامان پیدا کرتا ہے اور دنیا پر چھائی ہوئی گناہوں کی تاریکی اپنے انبیاء اور مامورین کے ذریعہ سے دُور

فرماتا ہے اور اس کی یہ سنت ہمیشہ سے چلی آئی ہے۔ پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے اس زمانہ میں وہ کوئی مامور نہ بھیجتا۔ یہ تو صرف لوگوں کا اپنا وہم ہے کہ وہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ اب کوئی مامور نہیں آئے گا جس شخص کا خزانہ محدود ہو وہ تو اس قسم کا خیال کرسکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کا خزانہ محدود نہیں اس لئے وہ دنیا کی ضرورت کے وقت ضرور اپنے انعام نازل فرماتا ہے مثلاً یہ تو نہیں ہوسکتا کہ وہ کسی کو ہزار روپیہ عطاء فرمائے تو اس کے پاس باقی کچھ نہ بچے وہ اگر ایک ہزار روپیہ دیتا ہے تو اس کی جگہ ہزاروں اور لاکھوں روپے نئے پیدا کرسکتا ہے۔

پس ہمارا عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے اسی سلسلہ میں پیدا کیا کیونکہ جس قدر لڑائی، جھگڑا، فساد اور گند لوگوں میں اس زمانہ میں رونما ہوا ہے اس کی مثال پہلے زمانوں میں نہیں مل سکتی۔ پہلے زمانہ میں جب کورو کشیتر وغیرہ کی جنگیں ہوئیں تو ساری جنگ میں زیادہ سے زیادہ پانچ ہزار آدمی مارے گئے ہوں گے مگر اِس زمانہ کی جنگوں کو دیکھ لو لاکھوں اور کروڑوں انسان مارے گئے اور لوگ ظلم، چوری، ڈاکہ اور فریب وغیرہ میں مبتلا ہوگئے۔ پہلے زمانے میں تو زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا تھا کہ کوئی دُکاندار فریب دے کر ایک کیلا یا کوئی معمولی سی چیز فروخت کر دیا کرتا تھا مگر آجکل تجارت میں لاکھوں کروڑوں روپیہ کا فریب چلتا ہے۔ اس قسم کے زمانہ میں تو خدا کے مأمور کا آنا بہت ہی ضروری تھا اور ہمارے عقیدہ کے مطابق وہ آ گیا گو یہ فرق ضرور ہے کہ پہلے جو مامور آتے تھے وہ براہِ راست آتے تھے اور اپنے سے پہلے کی تعلیمات کو منسوخ قرار دیتے تھے لیکن اب چونکہ اسلام کامل مذہب ہے اور اب قیامت تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا دَور جاری رہنا ہے اس لئے اس زمانہ میں جو مامور آیا وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں آیا اور اسلام ہی کے ذریعے دنیا کی اصلاح کرنے کے لئے آیا۔ پس جس شخص کو خدا سے محبت ہو اُسے چاہئے کہ ان باتوں کے متعلق غور کرے کیونکہ اس شخص سے زیادہ بدقسمت اور کون ہوسکتا ہے جو دریا کے کنارے بیٹھا رہے اور اپنے ہاتھ نہ دھوئے۔

میں ابھی بچہ ہی تھا کہ ایک دفعہ لاہور سے امرتسر کی طرف ریل میں آ رہا تھا اُس ڈبے میں صرف ایک بڈھا بیٹھا تھا اور باقی سب نوجوان تھے۔ ایک نوجوان نے اس بڈھے سے کہا آپ

کی جوانی کے زمانے میں لوگ کیسے ہوتے تھے اُس نے کہا اُس زمانہ کے لوگ تو بہت اچھے ہوا کرتے تھے مگر آجکل کے لوگ بہت خراب ہو گئے ہیں۔ نوجوان نے کہا کوئی بات ہی سناؤ۔ بڈھے نے کہا جب میں ریل کے محکمہ میں ملازم ہوا تو اُس وقت میری تنخواہ پندرہ روپے ماہوار تھی جس میں سے میں دس روپے اپنے والدین کو بھیج دیتا تھا اور باقی پانچ میں خود گزارہ کرتا تھا اور کھدر کے کپڑے پہن لیتا اور بازار سے روٹی کھا لیا کرتا تھا۔ ایک دن امرتسر کا اسٹیشن ماسٹر میرے پاس آیا جو انگریز تھا کہنے لگا کہ بابو! تم اپنے میلے کچیلے اور پھٹے پُرانے کپڑے کیوں پہنے ہوئے ہو کیا تم نئے نہیں سلا سکتے؟ میں نے کہا میں اپنی تنخواہ میں سے دس روپے تو اپنے والدین کو بھیج دیتا ہوں اور باقی پانچ سے بمشکل گزارہ کرتا ہوں کپڑے کیسے بنواؤں۔ اس پر وہ سٹیشن ماسٹر مجھ پر ناراض ہوا اور کہنے لگا تم تو بے وقوف ہو۔ یہ ریل تو ایسی چیز ہے جیسے کوئی دریا بہہ رہا ہو اور تم ہر روز اس سے دو تین روپے زائد کما سکتے ہو گویا اس سٹیشن ماسٹر نے اس شخص کو خود بد دیانتی سکھائی اور کہا اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے دریا میں سے ایک قطرہ پانی کا لے لیا جائے۔

ہم نے دیکھا ہے کہ زمیندار لوگ دانے وغیرہ چھکڑوں میں لاد کر لے جاتے ہیں تو ان کے دانے رستہ میں گرتے جاتے ہیں مگر وہ ان دانوں کو گرتے دیکھ کر اس کی پرواہ تک نہیں کرتے مگر ایک غیر زمیندار شخص ان دانوں کو گرتا دیکھے تو وہ گھبرا جاتا ہے اور کہتا ہے کہ اتنے دانے گرتے جا رہے ہیں۔ پھر زمیندار جب گندم کی فصل کاٹتا ہے تو غرباء کو کہہ دیتا ہے کہ جو سٹے گرے ہوئے ہیں تم اُن کو چن لو۔ اسی طرح وہ بڈھا کہنے لگا کہ اس وقت کے افسر بہت ہی شریف ہوتے تھے حالانکہ وہ افسر اس کو شرافت کی بات نہیں بتا رہا تھا بلکہ بد دیانتی کا سبق دے رہا تھا۔ مگر اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل بھی دریا کی طرح ہوتے ہیں اور دریا میں سے ایک قطرہ پانی کا لے لیا جائے تو اس میں کیا کمی آ سکتی ہے مگر بندہ ہی ایسا بدقسمت ہے کہ وہ خود خدا کے انعامات سے اپنے آپ کو محروم کر لیتا ہے اور ان کی طرف سے منہ موڑ کر بیٹھ جاتا ہے اور جب کوئی مامور آتا ہے تو لوگ اس کو حقیر سمجھ کر اس کا انکار کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

حضرت باوا نانکؒ کے ماں باپ بھی ان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور کہتے تھے کہ اس نے ہماری دُکانداری خراب کر دی ہے اور ہمارے گھر میں یہ بچہ نکمّا پیدا ہوا ہے۔ اگر ان کے ماں

باپ زندہ ہوکر آج دنیا میں آ جائیں اور دیکھیں کہ وہی بچہ جسے ہم حقیر سمجھتے تھے اب لاکھوں آدمی اس پر فدا ہیں اور اُس کے نام پر جان دینے کیلئے تیار بیٹھے ہیں اور ان میں کئی کروڑ پتی موجود ہیں تو وہ حیران رہ جائیں مگر لوگ بے وقوفی سے سمجھ لیا کرتے ہیں کہ یہ چھوٹا آدمی ہے اسے ہم نے مان کر کیا کرنا ہے لیکن اللہ تعالیٰ ایسے ہی آدمیوں کو بھیجتا ہے جو بظاہر چھوٹے معلوم ہوتے ہیں اور ایک زمانہ آتا ہے کہ اس کے نام پر مرمٹنے والے لاکھوں لوگ پیدا ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا قادیان میں نہ تو پہلے ریل تھی نہ ڈاکخانہ تھا، نہ کوئی دینی یا دُنیوی علوم کا مدرسہ تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی کوئی دُنیوی وجاہت نہ رکھتے تھے اور بظاہر آپ نے جو تعلیم حاصل کی تھی وہ بھی معمولی تھی اس لئے جب آپ نے مسیحیّت اور مہدویت کا دعویٰ کیا تو لوگوں نے شور مچا دیا کہ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ یہ شخص جاہل ہے یہ شخص کیسے مہدی ہوسکتا ہے۔ پھر لوگ یہ بھی کہتے تھے کہ اس چھوٹے سے گاؤں میں کیسے مأمور آ سکتا ہے اگر مأمور آنا ہی تھا تو لاہور، امرتسر یا اسی طرح کے کسی بڑے شہر میں آنا چاہئے تھا۔ غرض لوگوں نے زبردست مخالفت شروع کی اور جو لوگ آپ کے دعویٰ کو سن کر آپ کی زیارت کے لئے قادیان آنے کا ارادہ کرتے تھے اُن کو بھی روکا جاتا تھا اور اگر وہ نہ رُکتے تھے تو انہیں طرح طرح کی تکلیفیں دی جاتی تھیں، ان کو قسم قسم کی مصیبتوں اور دُکھوں میں مبتلا کر دیا جاتا تھا مگر ان تمام حالات کی موجودگی میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا کہ ’’دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا‘‘۔[۲]

یہ الہام آپ کو اس وقت ہوا جب آپ کو ایک آدمی بھی نہ مانتا تھا پھر یہ الہام ہوا کہ ’’میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا‘‘۔[۳] اس زمانہ میں مخالفت کا یہ حال تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک نوکر پیرا نامی جو اتنا بے وقوف تھا کہ وہ سالن میں مٹی کا تیل ملا کر پی جاتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کو کبھی کبھی کسی کام کے لئے بٹالہ بھیج دیا کرتے تھے ایک دفعہ اس کو بٹالہ بھیجا گیا تو وہاں اس کو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ملے جو اہلِ حدیث کے لیڈر مانے جاتے تھے اور بڑے بھاری مولوی سمجھے جاتے تھے۔ ان کا کام ہی

یہی تھا کہ وہ ہر اُس شخص کو جو بٹالہ سے قادیان آنے والا ہوتا تھا ملتے اور کہتے کہ اس شخص (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے دُکان بنائی ہوئی ہے اور جھوٹا ہے تم قادیان جا کر کیا کرو گے مگر اِس کے باوجود لوگ قادیان آ جاتے تھے اور مولوی صاحب کے روکنے سے نہ رُکتے تھے۔ اس دن مولوی صاحب کو اور تو کوئی آدمی نہ ملا پیرا ہی مل گیا اس کے پاس جا کر وہ کہنے لگے کہ پیرے! تمہیں اس شخص کے پاس نہیں رہنا چاہئے تو کیوں اپنا ایمان خراب کرتا ہے۔ وہ بے چارہ ان کی اس قسم کی باتیں تو نہ سمجھ سکا لیکن اس نے اتنا ضرور سمجھا کہ یہ کہہ رہے ہیں کہ مرزا صاحب کے پاس رہنا ٹھیک نہیں ہے۔ جب مولوی صاحب ساری بات کر چکے تو وہ کہنے لگا مولوی صاحب! میں تو بالکل جاہل ہوں اور اِس قسم کی باتوں کو سمجھ نہیں سکتا البتہ اتنا سمجھا ہوں کہ آپ نے کہا ہے کہ مرزا صاحب بُرے ہیں مگر ایک بات تو مجھے بھی نظر آتی ہے کہ آپ ہر روز بٹالہ میں چکر لگا لگا کر لوگوں سے کہتے پھرتے ہیں کہ کوئی شخص قادیان نہ جایا کرے اور دوسرے علاقوں سے آنے والے آدمیوں کو بھی روکتے ہیں اور ورغلاتے رہتے ہیں مگر مجھے تو صاف نظر آتا ہے کہ خدا اُن کے ساتھ ہے آپ کے ساتھ نہیں کیونکہ آپ کی ساری کوششوں کے باوجود لوگ سینکڑوں کی تعداد میں پیدل چل کر قادیان پہنچ جاتے ہیں مگر آپ کے پاس کبھی کوئی نہیں آیا۔

پس اللہ تعالیٰ کے اس قسم کے بندے شروع میں چھوٹے ہی نظر آیا کرتے ہیں اور دنیا کے ظاہر بین لوگ انہیں حقیر سمجھتے ہیں اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی سمجھا گیا۔ مگر آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت دنیا کے کونے کونے میں پھیل چکی ہے اور کجا یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں آخری جلسہ سالانہ پر سات سَو آدمی آئے تھے اور کجا یہ کہ جمعہ کے دن مسجد اقصیٰ میں چار ہزار سے بھی زیادہ لوگ شامل ہوتے ہیں۔ آپ کے زمانہ میں ہندوستان کی ساری قوموں نے آپ کے خلاف شور مچایا اور شدید مخالفت کی مگر ان تمام مخالفتوں کے باوجود ہندوستان میں بھی ہمارے سلسلہ نے ترقی کی اور بیرونی ممالک میں بھی ہماری جماعتیں قائم ہوئیں چنانچہ آج ہمارے مشن دنیا کے تمام ممالک میں اپنا کام کر رہے ہیں۔ انگلینڈ، امریکہ، افریقہ، چین، جاپان، جاوا، سماٹرا اور یورپ کے تمام ممالک میں ہمارے مشن قائم ہیں اور تبلیغ کا کام جاری ہے۔ افریقہ کے حبشی تعلیم پا رہے ہیں امریکہ اور

یورپ کے شرک کرنے والے لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ہمارے دلوں میں خدا نے اپنے مامور کے ذریعہ ایک نیا ایمان پیدا کر دیا ہے جس سے دوسرے لوگ محروم ہیں۔ وہ اگر لوگوں سے روپیہ مانگتے ہیں تو وہ اور بھی زور سے اپنے روپے کو گرہ دیتے ہیں مگر جب ہم اپنے آدمیوں سے مانگتے ہیں تو وہ چاہتے ہیں کہ اُن سے اور زیادہ مانگا جائے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ان کا روپیہ ضائع نہیں جائے گا۔ ویسے تو غیر قوموں کے مقابلہ میں ہماری کوئی حیثیت نہیں کیونکہ ان میں بڑے بڑے امراء اور کروڑ پتی موجود ہیں اور ہماری جماعت میں تو زیادہ تر غرباء ہی ہیں لیکن پھر بھی ہماری جماعت کے اندر قربانی کی روح بہت زیادہ موجود ہے۔ ہم نے جب بہار کے مظلوموں کی امداد کے لئے تحریک کی تو ایک احمدی عورت نے مجھے دوسَو روپے کا چیک بھیج دیا۔ اس نے لکھا کہ ہمارے ہمسائے میں ایک کرنیل کی بیوی رہتی ہے وہ کہنے لگی بات تو تب ہے کہ کوئی ہماری طرح قربانی کر کے دکھائے۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ تم نے کتنا چندہ دیا ہے؟ کہنے لگی سَوا سَو روپیہ حالانکہ وہ ایک کرنیل کی بیوی تھی جو سَوا سَو روپے پر فخر کر رہی تھی اور وہ احمدی عورت جس نے دوسَو روپیہ کا چیک بھیجا وہ ایک معمولی افسر کی بیوی ہے۔ اسی طرح تحریک جدید کے چندوں میں ہماری جماعت کے لوگ بڑھ چڑھ کر قربانیاں کر رہے ہیں اور بعض لوگ تو اِس قسم کے ہیں کہ وہ اپنی آمد کا ۱/۳ اور بعض لوگ اپنی آمد کا نصف تک دے دیتے ہیں اور بعض اس سے بھی زیادہ قربانی کرنا چاہتے ہیں مگر ہم ان کو روک دیتے ہیں۔ پس ہماری جماعت کے لوگ تو اس قسم کے ہیں کہ ہم انہیں روکتے ہیں مگر وہ کہتے ہیں کہ ہم ضرور دیں گے اور دوسرے لوگ اس قسم کے ہیں کہ اُن سے لوگ چندہ مانگتے ہیں اور وہ دیتے نہیں۔ اس کی یہی وجہ ہے کہ ہماری جماعت کے لوگوں کے دلوں میں خدا کی محبت کی ایک آگ ہے اور وہ دین کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا رہے ہیں۔

ہماری جماعت کے ایک معزز شخص صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید بھی اسی قسم کے لوگوں میں سے تھے وہ حج کیلئے گھر سے نکلے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت سُن کر قادیان آ گئے اور بیعت کر لی۔ بیعت کے بعد واپس گھر گئے تو افغانستان کے بادشاہ نے اُن کو سنگساری کی سزا دی صرف اس لئے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کر

چکے تھے لوگوں نے بہتیرا زور لگایا کہ آپ اپنے عقیدہ کو بدل لیں مگر وہ نہ مانے کیونکہ ان پر صداقت کھل چکی تھی۔ آخر بادشاہ نے اُن کو زمین میں گاڑ کر سنگسار کرا دیا اور نہایت بے رحمی سے شہید کیا مگر انہوں نے اُف تک نہ کی اور خدا کی راہ میں اپنی جان دے دی۔ سنگساری سے پہلے ایک وزیر اُن کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ تم اپنے دل میں بے شک وہی عقائد رکھو مگر صرف زبان سے ہی انکار کر دو مگر انہوں نے فرمایا میں جھوٹ نہیں بول سکتا پس اُن کو شہید کر دیا گیا مگر ان کے شہید ہونے کے تھوڑے عرصہ بعد ہی افغانستان میں ہیضہ پھوٹا اور ہزاروں لوگ مر گئے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جب لوگوں نے مقابلہ کیا تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے دکھایا کہ ملک میں سخت طاعون پھوٹے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا اور لوگ ہزاروں کی تعداد میں اس کا لقمہ بن گئے مگر اس طاعون کے وقت بھی باوجودیکہ طاعون کا پھوٹنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی تائید میں تھا آپ نے مجسم رحم بن کر خدا کے حضور اس عذاب کو ٹلانے کے لئے نہایت گڑگڑا کر دعائیں کیں اور اِس قدر گریہ وزاری کی کہ مولوی عبدالکریم صاحب جو مسجد مبارک کے اوپر کے حصہ میں رہتے تھے فرماتے تھے کہ ایک دن مجھے کسی کے رونے کی آواز آئی اور وہ آواز اتنی دردناک تھی جیسے کوئی عورت دردِ زِہ کی تکلیف میں مبتلا ہو۔ میں نے کان لگا کر سنا تو معلوم ہوا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام رو رو کر خدا کے حضور میں دعا فرما رہے ہیں کے اے اللہ! اگر تیرے سارے بندے مر گئے تو مجھ پر ایمان کون لائے گا۔ یہ چیز بھی آپ کی صداقت کیلئے نہایت زبردست دلیل ہے یہ آپ ہی کی تائید کیلئے اللہ تعالیٰ نے طاعون بھیجی اور آپ کے دل میں ہی رحم آ گیا اور دعائیں کرنا شروع کر دیں۔

(الفضل ۲۳؍ مارچ ۱۹۶۱ء

---

۱ فاطر: ۲۵

۲ تذکرہ صفحہ ۱۰۴۔ ایڈیشن چہارم

۳ تذکرہ صفحہ ۳۱۲۔ ایڈیشن چہارم